قربانی کے مسائل
www.KitaboSunnat.com
محدث ہند و پاک حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

****

قربانی کے احکام ومسائل (بادلائل)

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد:

اس مختصر وجامع مضمون میں قربانی کے بعض احکام ومسائل بادلائل پیشِ خدمت ہیں:

قربانی سنت موکدہ ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج (عیدالاضحیٰ) کے دن ہم سب سے پہلے نماز پڑھیں گے، پھر واپس آکر قربانی کریں گے۔ (ان شاءاللہ)

جس نے ایسا کیا تو ہماری سنت کو پالیا اور جس نے (نماز سے) پہلے ذبح کرلیا تو اس کی قربانی نہیں ہے۔ (صحیح بخاری باب سنۃ الأضحیۃ ح۵۵۴۵)

بعض علماء کے نزدیک قربانی واجب ہے، لیکن اس پر اُن کے پاس کوئی صریح دلیل نہیں، جبکہ صحیح مسلم کی حدیث (۱۹۷۷، ترقیم دارالسلام: ۵۱۱۹) سے قربانی کا عدمِ وجوب ثابت ہے، نیز سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما دونوں کے نزدیک قربانی واجب نہیں ہے۔

(دیکھئے معرفۃ السنن والآثار ۷/ ۱۹۸، وسندہ حسن)

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: قربانی سنت ہے واجب نہیں ہے اور جو شخص اس کی طاقت رکھے تو مجھے پسند نہیں ہے کہ وہ اسے ترک کردے۔ (موطأ امام مالک ۲/ ۴۸۷)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: قربانی کرنا سنت ہے (اور) میں اسے ترک کرنا پسند نہیں کرتا۔ (کتاب الام ج۱ص۲۲۱)

ثابت ہوا کہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر نمازِ عید کے بعد قربانی کرنا سنت موکدہ ہے اور شرعی عذر کے بغیر قربانی نہ کرنا ناپسندیدہ ہے۔

بعض منکرینِ حدیث نے بہت سے عقائدومسائل ضروریہ کے انکار کے ساتھ، قربانی

کے سنت ہونے کا بھی انکار کر دیا ہے، حالانکہ قربانی کا ثبوت احادیث صحیحہ متواترہ بلکہ قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ (مثلاً دیکھئے سورۃ الصافات: ۱۰۷، الحج: ۳۴، الانعام: ۱۶۲)

قربانی کا اصطلاحی مفہوم

عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد پہلے دن یا قربانی کے دنوں میں بھیمۃ الانعام (مثلاً بکری، بھیڑ، گائے اور اونٹ) میں سے کسی جانور کو شرعی طریقے پر بطورِ قربانی وتقرب ذبح کرنا قربانی کہلاتا ہے۔

تنبیہ: شہر ہو یا گاؤں ہو، نمازِ عید سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

قربانی کرنے والے کے لئے اہم شرائط

۱) قربانی کرنے والے کا صحیح العقیدہ مسلمان و متبعِ کتاب وسنت ہونا اور شرک، کفر و بدعات سے پاک ہونا ضروری ہے اور جس کا عقیدہ خراب ہو، اس کا کوئی عمل قابلِ قبول نہیں ہے۔ قرآن، حدیث اور اجماع کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہر وقت اپنے ایمان وعمل کا خاص خیال رکھیں۔

۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کا ارادہ کرے تو اسے اپنے بال اور ناخن تراشنے سے رُک جانا چاہئے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۷۷)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قربانی کرنے والے شخص کو یکم ذوالحجہ سے لے کر قربانی کرنے تک اپنے بال نہیں کاٹنے چاہئیں اور ناخن نہیں تراشنے چاہئیں۔

اگر کسی کا ناخن ٹوٹ جائے یا ایسی خرابی ہو جائے کہ ناخن تراشنا ضروری ہو تو پھر ایسا کرنا جائز ہے جیسا کہ اجماع سے ثابت ہے۔

۳) ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے پوچھا: اگر مجھے صرف مادہ جانور (دودھ دینے والا) قربانی کے لئے ملے تو کیا میں اس کی قربانی کرلوں؟

****

آپ نے فرمایا: نہیں، لیکن تم ناخن اور بال کاٹ لو، مونچھیں تراش لو اور شرمگاہ کے بال مونڈ لو تو اللہ کے ہاں یہ تمھاری پوری قربانی ہے۔ (سنن ابی داود: ۲۷۸۹ وسندہ حسن)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص قربانی کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، وہ اگر یکم ذوالحجہ سے لے کر نمازِ عید تک بال نہ کٹوائے اور ناخن نہ تراشے تو اسے پوری قربانی کا ثواب ملتا ہے۔ سبحان اللہ۔

قربانی کا مقصد

قربانی کا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ مطہرہ پر خلوصِ نیت سے عمل کرنا ہے اور ان شاء اللہ اس کا بہت بڑا ثواب ملے گا۔

قربانی کے جانور کی شرائط

کس قسم کے جانور کی قربانی کرنی چاہئے اور اس کی کیا شرائط ہیں؟ مختلف فقروں اور نمبروں کی صورت میں اس کی تفصیل پیشِ خدمت ہے:

۱) قربانی صرف مُسنہ یعنی دوندے جانور کی ہی جائز ہے اور اگر تنگی کی وجہ سے دوندا نہ مل سکے تو پھر بھیڑ (دنبے) کا جذعہ (ایک سال کے دنبے) کی قربانی جائز ہے۔

(دیکھئے صحیح مسلم: ۱۹۶۳)

تنگی سے مراد صرف یہ ہے کہ مارکیٹ اور منڈی میں پوری کوشش اور تلاش کے باوجود دوندا جانور نہ مل سکے۔

۲) حدیث سے ثابت ہے کہ چار جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے:

۱: واضح طور پر کانا جانور ۲: واضح طور پر بیمار ۳: واضح طور پر لنگڑا

۴: اور بہت زیادہ کمزور جانور جو کہ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو۔ (دیکھئے سنن ابی داود: ۲۸۰۲ وسندہ صحیح)

۳) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگ کٹے جانور کی قربانی سے

****

منع فرمایا ہے۔

امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے فرمایا: ایسا جانور جس کا آدھا سینگ یا اس سے زیادہ ٹوٹا ہوا ہو۔ (سنن ترمذی: ۱۵۰۴، وقال: حسن صحیح)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا: (قربانی کے جانوروں میں) آنکھ اور کان دیکھیں۔ (سنن ترمذی: ۱۵۰۳، وقال: حسن صحیح)

اس پر اجماع ہے کہ اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔ (المجموع شرح المہذب ۸/۴۰۴)

امام خطابی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۸ھ) نے فرمایا: اس حدیث (جو فقرہ نمبر۲ میں گزر چکی ہے) میں یہ دلیل ہے کہ قربانی (والے جانور) میں معمولی نقص معاف ہے۔

(معالم السنن ۲/۱۹۹)

عبید بن فیروز (تابعی) نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ (صحابی) سے کہا: مجھے ایسا جانور بھی ناپسند ہے جس کے دانت میں نقص ہو۔

انھوں نے فرمایا: تمھیں جو چیز بُری لگے اسے چھوڑ دو اور دوسروں پر اُسے حرام نہ کرو۔

(سنن ابی داود: ۲۸۰۳ وسندہ صحیح)

تنبیہ: اگر کسی جانور کے سینگ پر معمولی رگڑ ہو یا اس کے اوپر والی ٹوپی ٹوٹ گئی ہو تو امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی مذکورہ روایت کی رُو سے اس کی قربانی جائز ہے۔

(نیز دیکھئے متفرق مسائل فقرہ نمبر۸)

قربانی کی کھالیں

قربانی کی کھالیں مسکین لوگوں میں تقسیم کر دیں، جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ والی حدیث سے ثابت ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۱۳۱۷)

ذبح کرنے والے یا قصاب کو اُجرت میں قربانی کی کھالیں دینا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اُجرت میں قربانی کا گوشت دینا بھی جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

****

گوشت کی تقسیم

قربانی کا سارا گوشت خود کھانا یا ذخیرہ کر لینا جائز ہے اور اس کے تین حصے کر کے ایک حصہ اپنے لئے، ایک غریب مسکین لوگوں کے لئے اور ایک رشتہ داروں دوستوں کے لئے مخصوص کرنا بھی جائز ہے، بلکہ یہ بہتر ہے۔ (نیز دیکھئے سورۃ الحج کی آیت نمبر ۲۸، ۳۶)

قربانی کے حصے اور شراکت

بکری اور دُنبے بھیڑ کا صرف ایک حصہ ہوتا ہے، لیکن گائے، بیل اور اونٹ اونٹنی میں سات حصے صحیح حدیث سے ثابت ہیں اور ایک حسن روایت سے اونٹ، اونٹنی میں دس حصوں کا بھی ثبوت ہے۔ (دلیل کے لئے دیکھئے صحیح مسلم: ۱۳۱۸، سنن ترمذی: ۱۵۰۱، وقال: حسن غریب)

تنبیہ: صرف صحیح العقیدہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر سات یا دس حصوں میں شراکت ہوسکتی ہے اور اہلِ بدعت، گمراہ وضال مضل لوگوں کے ساتھ مل کر کبھی قربانی نہیں کرنی چاہئے اور نہ ایسے گمراہوں کے کسی عمل کا کوئی وزن ہے، بلکہ ایسے لوگوں کے تمام اعمال ھباءً منثوراً کر کے ہوا میں اُڑا دیئے جائیں گے۔ ان شاء اللہ

متفرق مسائل

آخر میں قربانی کے بارے میں کئی متفرق مسائل فقرات کی صورت میں پیشِ خدمت ہیں:

۱) جانور کو ذبح کرتے وقت تسمیہ وتکبیر (بسم اللہ واللہ اکبر) کہنا سنت سے ثابت ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۱۹۶۶، صحیح بخاری: ۵۵۶۴)

صرف بسم اللہ پڑھنا بھی ثابت ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۱۹۶۷)

۲) پورے گھر کی طرف سے ایک قربانی بھی کافی ہے۔ (سنن الترمذی: ۱۵۰۵، وقال: حسن صحیح)

اور گھر کے دوسرے افراد بھی قربانیاں کر سکتے ہیں۔

****

۳) میت کی طرف سے قربانی کرنا ثابت نہیں اور اس بارے میں جو روایت آئی ہے، اس کی سند شریک قاضی و حکم بن عتیبہ مدلسین کی عن سے روایت اور ابوالحسن کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، لیکن میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ یا کسی میت کی طرف سے قربانی کرے تو اس کا سارا گوشت اور کھال وغیرہ صدقہ کر دے۔

۴) قربانی کا جانور پہلے سے خرید کر اسے کھلا پلا کر موٹا کرنا جائز ہے۔
(دیکھئے تغلیق التعلیق ۵/ ٦ وسندہ صحیح)

۵) عیدگاہ میں قربانی کرنا جائز ہے اور عیدگاہ کے باہر مثلاً اپنے گھر میں یا گھر سے باہر وغیرہ میں قربانی کرنا بھی جائز ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۵۵۵۲، ۵۵۵۱)

٦) قربانی کا جانور خود ذبح کرنا سنت ہے اور دوسرے سے ذبح کروانا بھی جائز ہے۔
(دیکھئے موطأ امام مالک، روایۃ ابن القاسم تحقیقی: ۱۴۵)

۷) اگر مسنون یا نفلی قربانی کا جانور گم ہو جائے تو جانور کے مالک کی مرضی ہے کہ دوسرا جانور لے کر قربانی کرے یا قربانی نہ کرے۔ (دیکھئے السنن الکبریٰ ۹/ ۲۸۹ وسندہ صحیح)

۸) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے قربانی کے جانوروں میں ایک کانی اونٹنی دیکھی تو فرمایا: اگر یہ خریدنے کے بعد کانی ہوئی ہے تو اس کی قربانی کرلو اور اگر خریدنے سے پہلے یہ کانی تھی تو اسے بدل کر دوسری اونٹنی کی قربانی کرو۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/ ۲۸۹ وسندہ صحیح)

ثابت ہوا کہ اگر قربانی کا جانور خرید لیا جائے اور اس کے بعد اس میں کوئی نقص واقع ہو جائے تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔

۹) اگر قربانی کا ارادہ رکھنے والا کوئی شخص ناخن یا بال کٹوا دے اور پھر قربانی کرے تو اس کی قربانی ہو جائے گی، لیکن یہ شخص گناہ گار ہوگا۔ (الشرح الممتع ۳/ ۴۳۰)

۱۰) اگر کسی دوسرے کی طرف سے قربانی کی جائے تو ذبح کرتے وقت اس آدمی کا نام لیتے ہوئے یہ کہنا چاہئے کہ یہ قربانی اُس کی طرف سے ہے۔

تنبیہ: اس سلسلے میں تفصیلی دلائل و مسائل کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (۲/۲۱۱۔۲۱۹)

۱۱) خصی جانور کی قربانی جائز ہے اور اس کے ناجائز ہونے کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔

۱۲) اگر کسی آدمی کو اللہ نے مال و دولت عطا کیا ہوا ہے تو وہ کئی قربانیاں کر سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے اس عمل سے غرباء و مساکین اور عام مسلمانوں کا فائدہ ہوگا۔

۱۳) گائے کا گوشت کھانا بالکل حلال ہے اور کسی قسم کی کسی بیماری کا کوئی خطرہ نہیں ہے اِلا یہ کہ کوئی شخص بذاتِ خود ہی بیمار ہو۔ جس روایت میں آیا ہے کہ گائے کے گوشت میں بیماری ہے، وہ روایت ضعیف ہے اور اسے صحیح قرار دینا غلط ہے۔

۱۴) اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم (۳۶۰، دارالسلام: ۸۰۲) کی حدیث سے ثابت ہے اور دوسرا گوشت مثلاً گائے، بکری اور بھیڑ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۱۵) قربانی کا اصل مقصد یہ ہے کہ تقویٰ حاصل ہو، لہٰذا ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ (دیکھئے سورۃ الحج: ۳۷)

۱۶) قربانی کے جانور (مثلاً گائے) میں عقیقے کے حصے شامل کر دینا جائز نہیں اور یاد رہے کہ عقیقے میں صرف بکرا بکری یا بھیڑ دنبے ذبح کرنا ہی ثابت ہے، لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک۔ عقیقہ علیحدہ کرنا چاہئے اور قربانی علیحدہ کرنی چاہئے۔

جھوٹ بولنے، غیبت کرنے، چغلی کھانے اور ہر قسم کے کبیرہ گناہوں سے اپنے آپ کو ہمیشہ بچائیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اور ہمارے اعمال اپنے دربار میں قبول فرمائے۔ آمین

وما علینا إلا البلاغ

جامعۃ الامام البخاری، مقامِ حیات سرگودھا
(۸/ اکتوبر ۲۰۱۱ء)

****

قربانی کے چار یا تین دن؟

الحمدللّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسولہ الأمین، أما بعد:

دولت نگر (ضلع گجرات) میں جناب خرم ارشاد محمدی صاحب مسلکِ اہلِ حدیث کی تبلیغ اور دعوت کا عظیم کام کر رہے ہیں اور اُن کی مساعی جمیلہ سے اس علاقے میں مسلکِ حق (مسلکِ اہلِ حدیث) خوب پھیل رہا ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے: اُن کی محنت سے ڈیڑھ سو (۱۵۰) سے زیادہ اشخاص نے تقلید کے اندھیروں سے نکل کر کتاب وسنت کا راستہ اپنایا ہے۔ والحمدللہ

خرم صاحب نے مجھے ایک مفصل خط لکھ کر قربانی کے دنوں کی تحقیق کا مطالبہ کیا تھا لہٰذا میں نے اس خط کے جواب میں ایک تحقیقی مضمون لکھا، جسے بعد میں کئی علمائے اہل حدیث (حفظہم اللہ تعالیٰ) کی خدمت میں بھیج دیا۔ جب کئی مہینوں تک اُن کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو پھر ۲/مئی ۲۰۰۷ء والے مضمون ''قربانی کے تین دن ہیں'' کو خرم صاحب کے مسلسل مطالبۂ اشاعت کے بعد ماہنامہ الحدیث حضرو، عدد: ۴۴ (جنوری ۲۰۰۸ء) میں شائع کر دیا۔ اب کافی عرصے بعد اس تحقیقی مضمون کا ردِ عمل ہفت روزہ اہلحدیث لاہور (جلد ۴۰ شمارہ ۴۷، ۲۸ نومبر تا ۱۱ دسمبر ۲۰۰۹ء) میں جناب ڈاکٹر (پروفیسر) حافظ محمد شریف شاکر صاحب کے قلم سے بعنوان ''قربانی کے چار دن'' شائع ہوا ہے۔ (ص ۱۷۔۲۰)

اس مضمون کے سلسلے میں چند معروضات درج ذیل ہیں:

۱: ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے: ''ایام قربانی عید الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن ہیں: اس کے قائل حضرت علیؓ ہیں اور یہی مذہب...'' (ص ۱۷)

مؤدبانہ عرض ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ بات کس کتاب میں صحیح یا حسن سند کے ساتھ مذکور ہے؟ حوالہ پیش کریں۔!

حافظ ابن القیم اور علامہ نووی کے اقوال پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک اپنے اقوالِ منقولہ کی کوئی صحیح متصل یا حسن متصل سند پیش نہیں کی اور یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ ان دونوں کی پیدائش سے صدیوں پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تھے۔ آگے چل کر ڈاکٹر صاحب نے حافظ ابن القیم اور علامہ نووی کے بے سند حوالوں کی بنیاد پر یہ بات بھی لکھ دی ہے کہ ''موصوف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تین دن قربانی والا قول تو نقل کر دیا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چار دن والا درج ذیل قول کیوں کر مفقود نظر رہا؟؟'' (ص ۱۹)

عرض ہے کہ مفقود کی بات تو بعد میں ہوگی، پہلے آپ اس قول کی صحیح یا حسن سند پیش تو فرما دیں!

۲: پرفیسر صاحب نے لکھا ہے:

''...اور آثار میں بھی اختلاف ہے تو موصوف کو اہل حدیث کے متفق علیہ مسلک'' (ص ۱۷)

عرض ہے کہ کیا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اہلِ حدیث کے مسلک سے باہر تھے جو یہ فرماتے تھے کہ قربانی والے دن کے بعد دو دن قربانی ہے۔ (موطأ امام مالک ج ۲ ص ۴۸۷ وسندہ صحیح)

۳: ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے: ''قواعد حدیث کے مطابق صحیح سند کے مقابلہ میں حسن سند مرجوح ہوتی ہے نہ کہ راجح، تو موصوف صحیح سند کے مقابلے میں حسن سند کو کس اصول کے تحت راجح قرار دے رہے ہیں؟؟''

مزعومہ د مبینہ قواعدِ حدیث میں نظر کے علاوہ عرض ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں۔ (وھو حسن) اگر اس کے مقابلے میں آپ کے پاس کوئی صحیح سند ہے تو وہ پیش کریں اور اگر صحیح نہیں ہے تو حسن پیش کریں اور اگر کوئی متصل سند ہے ہی نہیں تو پھر حسن سے نامعلوم صحیح (؟) کو ٹکرانا غلط ہے۔

٤: پروفیسر صاحب نے علامہ قرطبی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک چار دن ہیں۔ (ص ۲۰ ملخصاً بعنوان: ابن عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا قول)

عرض ہے کہ یہ دوسرا قول بے سند ہونے کی وجہ سے غیر ثابت اور مردود ہے، لہٰذا

****

معارضہ کیسا؟؟ صحیح سند کے مقابلے میں بے سند اقوال پیش کرنے کا آخر فائدہ کیا ہے؟

۵: ڈاکٹر صاحب نے شوکانی یمنی کے حوالے سے لکھا ہے: ''عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ ایام معدودات چار دن ہیں....'' (ص ۲۰)

عرض ہے کہ یہ بے سند قول احکام القرآن للطحاوی (۲/۲۰۵ ح ۱۵۷۱، وسندہ حسن) کی اس روایت کے مقابلے مردود ہے، جس میں آیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''قربانی کے دن کے بعد دو دن قربانی ہے اور افضل قربانی نحر والے (پہلے) دن ہے۔''

(دیکھئے الحدیث حضرو: ۴۴ ص ۱۰)

٦: بے سند اقوال والے اس مضمون کے آخر میں پروفیسر صاحب نے لکھا ہے:

''یہ موصوف ہی بتا سکتے ہیں کہ جمہور صحابہ میں کون کون سے صحابہ کرام شامل ہیں؟'' (ص ۲۰)

عرض ہے کہ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ (صحابی صغیر) کے اثر کے مقابلے میں اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آثار جمہور صحابہ کے آثار نہیں ہیں تو پھر جمہور سے کیا مراد ہے؟

یاد رہے کہ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا اثر: ''پھر عیدالاضحیٰ کے بعد آخری ذوالحجہ (تک) کو ذبح کرتے'' (الحدیث: ۴۴ ص ۱۱) کے خود جناب ڈاکٹر اور پروفیسر صاحب بھی قائل نہیں بلکہ چار دنوں کی قربانی کے قائل ہیں، دوسرے یہ کہ یہ اثر مذکورہ بالا جمہور صحابہ کے خلاف ہے۔

۷: پروفیسر صاحب نے لکھا ہے: ''حافظ زبیر علی زئی صاحب کا دعویٰ ہے کہ '' قربانی کے تین دن ہیں'' اور اپنے اس دعویٰ پر انہوں نے پہلی دلیل یہ پیش کی ہے کہ '' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا....'' (ص ۱۷)

عرض ہے کہ یہ میری پہلی دلیل نہیں بلکہ ذیلی اور تائیدی دلیل ہے، کیونکہ پہلی دلیل تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابۂ کرام کے آثار ہیں اور یہ میرے دعوے کے بالکل مطابق ہیں۔

پروفیسر صاحب کا ذیلی دلیل کو پہلی دلیل قرار دے کر میری طرف منسوب کرنا غلط ہے۔

وما علینا إلا البلاغ (۲۵/نومبر ۲۰۰۹ء)

قربانی کے احکام ومسائل

الحمد رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ رسوله الأمین ، أما بعد :

عیدالاضحیٰ کے موقع پر جو قربانی کی جاتی ہے، اس کے بعض احکام ومسائل پیشِ خدمت ہیں:

۱) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((**إذا رأیتم هلال ذی الحجة و أراد أحدکم أن یضحّی فلیمسك عن شعره و أظفاره .**)) جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنے کا ارادہ کرے تو اسے بال اور ناخن تراشنے سے رُک جانا چاہئے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۷۷، ترقیم دارالسلام: ۵۱۱۹)

اس حدیث میں ''ارادہ کرے'' سے ظاہر ہے کہ قربانی کرنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔
دیکھئے المحلی لابن حزم (۳۵۵/۷ مسئلہ: ۹۷۳)

درج بالا حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قربانی کا ارادہ رکھنے والے کے لئے ناخن تراشنا اور بال مونڈنا منڈوانا، تراشنا ترشوانا جائز نہیں ہے۔

سیدنا ابو سریحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابوبکر (الصدیق) اور (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہما) دونوں میرے پڑوسی تھے اور دونوں قربانی نہیں کرتے تھے۔

(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۱۹۸/۷ ح ۵۶۳۳ وسندہ حسن، وحسنہ النووی فی المجموع شرح المہذب ۳۸۳/۸، وقال ابن کثیر فی مسند الفاروق ۳۳۲/۱: ''وھذا اسناد صحیح'')

سیدنا ابو مسعود عقبہ بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے یہ ارادہ کیا کہ قربانی کو چھوڑ دوں، اگرچہ میں تمھارے مقابلے میں (مالی) آسانی رکھتا ہوں، اس خوف کی وجہ سے کہ کوئی آدمی اسے واجب نہ سمجھ لے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۶۵/۹ وسندہ قوی)

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: قربانی سنت ہے، واجب نہیں ہے اور جو شخص اس کی استطاعت رکھے تو میں پسند نہیں کرتا کہ وہ اسے ترک کردے۔ (الموطأ ۴۸۷/۲ تحت ح ۱۰۷۳)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: قربانی کرنا سنت ہے، میں اسے ترک کرنا پسند نہیں کرتا۔

(کتاب الام ج ۱ ص ۲۲۱)

نیز دیکھئے المغنی لابن قدامہ (۹/۳۴۵ مسئلہ: ۷۸۵۱)

امام بخاری نے فرمایا: "باب سنة الأضحية" (صحیح بخاری قبل ح ۵۵۴۵)

۲) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من كان له سعة ولم يضحّ فلا يقربنّ مصلانا .))

جس آدمی کے پاس طاقت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۳ وسندہ حسن، وصححہ الحاکم ۴/۲۳۲ ووافقہ الذہبی ورواہ احمد ۲/۳۲۱)

اس روایت میں عبداللہ بن عیاش المصری مختلف فیہ راوی ہیں جن پر کبار علماء وغیرہم نے جرح کی اور جمہور نے توثیق کی، تقریباً پانچ اور چھ کا مقابلہ ہے۔!

روایتِ مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص قربانی کا استخفاف وتوہین کرتے ہوئے استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے تو اسے مسلمانوں کی عیدگاہ سے دور رہنا چاہئے یعنی یہ روایت قربانی کے استحباب وسُنیت پر محمول اور منکرینِ حدیث کا رد ہے۔

۳) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ کا کیا خیال ہے، اگر مجھے صرف مادہ قربانی (دودھ دینے والا جانور) ملے تو کیا میں اس کی قربانی کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، لیکن تم ناخن اور بال کاٹ لو، مونچھیں تراشو اور شرمگاہ کے بال مونڈ لو تو اللہ کے ہاں تمھاری یہ پوری قربانی ہے۔

(سنن ابی داود: ۲۷۸۹ وسندہ حسن، وصححہ ابن حبان، الموارد: ۱۰۴۳، والحاکم ۴/۲۲۳ والذہبی)

اس حدیث کے راوی عیسیٰ بن ہلال الصدفی صدوق ہیں۔

دیکھئے تقریب التہذیب (۵۳۳۷)

انھیں یعقوب بن سفیان الفارسی (المعرفۃ والتاریخ ۲/۵۱۵، ۴۸۷) اور ابن حبان وغیرہما نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ایسے راوی کی روایت حسن کے درجے سے کبھی نہیں گرتی۔

عیاش بن عباس القتبانی ثقہ تھے۔ دیکھئے التقریب (۵۲۶۹) باقی سند صحیح ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص قربانی کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو، وہ اگر ذوالحجہ کے چاند سے لے کر نمازِ عید سے فارغ ہونے تک بال نہ کٹوائے اور ناخن نہ تراشے تو اسے قربانی کا ثواب ملتا ہے۔

٤) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تذبحوا إلا مسنة إلا أن يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضأن .))

دو دانتوں والے (دوندے) جانور کے علاوہ ذبح نہ کرو اِلا یہ کہ تم پر تنگی ہو جائے تو دُنبے کا جذعہ ذبح کر دو۔ (صحیح مسلم: ۱۹۶۳، ترقیم دارالسلام: ۵۰۸۲)

بکری (یا بھیڑ) کے اس بچے کو جذعہ کہتے ہیں جو آٹھ یا نو ماہ کا ہو گیا ہو۔

دیکھئے القاموس الوحید (ص ۲۴۳)

حافظ ابن حجر نے فرمایا: جمہور کے نزدیک بھیڑ (دُنبے) کا جذعہ اسے کہتے ہیں جس نے ایک سال پورا کر لیا ہو۔ (فتح الباری ۱۰/۵ تحت ح ۵۵۴۷)

بہتر یہی ہے کہ ایک سال کا جذعہ بھیڑ میں سے ہو، ورنہ آٹھ نو ماہ کا بھی جائز ہے۔ واللہ اعلم

تنبیہ بلیغ: صحیح مسلم کی اس حدیث پر عصرِ حاضر کے شیخ البانی رحمہ اللہ کی جرح (دیکھئے الضعیفہ: ٦٥، ارواء الغلیل: ۱۱۴۵) مردود ہے۔

مستدرک الحاکم (۴/۲۲۶ ح ۷۵۳۸ وسندہ صحیح) کی حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مسنہ نہ ہونے کی حالت میں جذعہ کی قربانی کافی ہے۔

٥) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أربع لا تجوز في الأضاحي: العوراء بيّن عورها والمريضة بيّن مرضها والعرجاء بيّن ظلعها والكسير التي لا تنقي.)) چار جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے: ایسا کانا جس کا کانا پن واضح ہو، ایسا بیمار جس کی بیماری واضح ہو، لنگڑا جس کا لنگڑا پن واضح ہو اور بہت زیادہ کمزور جانور جو کہ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو۔

****

(اس حدیث کے راوی عبید بن فیروز تابعی نے) کہا: مجھے ایسا جانور بھی ناپسند ہے جس کے دانت میں نقص ہو؟ تو (سیدنا) براء (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: تمھیں جو چیز بُری لگے اُسے چھوڑ دو اور دوسروں پر اُسے حرام نہ کرو۔ (سنن ابی داود: ۲۸۰۲)

اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اسے ترمذی (۱۴۹۷) ابن خزیمہ (۲۹۱۲) ابن حبان (۱۰۴۶، ۱۰۴۷) ابن الجارود (۴۸۱، ۹۰۷) حاکم (۱/۴۶۷، ۴۶۸) اور ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔

معلوم ہوا کہ جس چیز کے بارے میں دل میں شبہ ہو اور اسی طرح مشکوک چیزوں سے بچنا جائز ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگ کٹے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔

مشہور تابعی امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے فرمایا: ایسا جانور جس کا آدھا سینگ یا اس سے زیادہ ٹوٹا ہوا ہو۔ (سنن النسائی ۷/۲۱۷، ۲۱۸ ح ۴۳۸۲ وسندہ حسن وصححہ الترمذی: ۱۵۰۴)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت میں آیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ (قربانی کے جانور میں) آنکھ اور کان دیکھیں۔ (سنن النسائی ۷/۲۱۷ ح ۴۳۸۱ وسندہ حسن وصححہ الترمذی: ۱۵۰۳، وابن خزیمہ: ۲۹۱۴ وابن حبان، الاحسان: ۵۸۹۰ والحاکم ۴/۲۲۵ والذہبی)

ان احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ کانے، لنگڑے، واضح بیمار، بہت زیادہ کمزور، سینگ (ٹوٹے یا) کٹے اور کان کٹے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔

علامہ خطابی (متوفی ۳۸۸ھ) نے فرمایا: اس (سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ) حدیث میں دلیل ہے کہ قربانی میں معمولی نقص معاف ہے الخ (معالم السنن ۲/۱۹۹ تحت ح ۶۸۳)

معلوم ہوا کہ اگر سینگ میں معمولی نقص ہو یا تھوڑا سا کٹا یا ٹوٹا ہوا ہو تو اس جانور کی قربانی جائز ہے۔

نووی نے کہا: اس پر اجماع ہے کہ اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔

(المجموع شرح المہذب ۸/۴۰۴)

٦) رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ قربانی کا گوشت، کھالیں اور جھولیں لوگوں میں تقسیم کر دیں اور قصاب کو اُس میں سے (بطورِ اجرت) کچھ بھی نہ دیں۔
دیکھئے صحیح بخاری (۱۷۱۷) وصحیح مسلم (۱۳۱۷) اور یہی مضمون فقرہ نمبر ۲۷

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو جانور اللہ کے تقرب کے لئے ذبح کیا جائے (مثلاً قربانی اور عقیقہ) اس کا بیچنا جائز نہیں ہے۔ دیکھئے شرح السنۃ للبغوی (۷/۱۸۸ ح۱۹۵۱)

۷) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو سفید و سیاہ اور سینگوں والے مینڈھے اپنے ہاتھ سے ذبح فرمائے، آپ نے تسمیہ و تکبیر (بسم اللہ واللہ اکبر) کہی اور اپنا پاؤں اُن کی گردنوں پر رکھا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۶۶، ترقیم دارالسلام: ۵۰۸۷، صحیح بخاری: ۵۵۶۴)

آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ چُھری کو پتھر سے تیز کرو۔ پھر آپ نے مینڈھے کو لٹا کر ذبح کیا اور فرمایا: بسم اللہ، اے میرے اللہ! محمد، آلِ محمد اور امتِ محمد (ﷺ) کی طرف سے قبول فرما۔ (صحیح مسلم: ۱۹۶۷، دارالسلام: ۵۰۹۱)۔

۸) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ والے سال سات (آدمیوں) کی طرف سے (ایک) اونٹ اور سات کی طرف سے (ایک) گائے ذبح کی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۱۸، ترقیم دارالسلام: ۳۱۸۵)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ اضحیٰ (عید قربان) آ گئی تو ہم نے (ایک) گائے میں سات (آدمی) اور (ایک) اونٹ میں دس (آدمی) شریک کئے۔ (سنن الترمذی: ۱۵۰۱، وقال: "حسن غریب" الخ وسندہ حسن)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اونٹ میں سات یا دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں اور گائے میں صرف سات حصہ دار ہوتے ہیں۔ بکری اور مینڈھے میں اتفاق ہے کہ صرف ایک آدمی کی طرف سے ہی کافی ہے۔

حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سفر میں قربانی کرنا جائز ہے۔

****

۹) نمازِ عید کے بعد قربانی کرنی چاہیے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۵۵۴۵) و صحیح مسلم (۱۹۶۱) عید کی نماز سے پہلے قربانی جائز نہیں ہے۔ نیز دیکھئے فقرہ نمبر ۲۴

۱۰) سیدنا ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: مسلمانوں میں سے کوئی (مدینہ میں) اپنی قربانی خریدتا تو اسے (کھلا پلا کر) موٹا کرتا پھر اضحیٰ کے بعد آخری ذوالحجہ (!) میں اسے ذبح کرتا تھا۔

(المستخرج لابی نعیم بحوالہ تغلیق التعلیق ۶/۵ وسندہ صحیح، وقال احمد: "ھذا الحدیث عجب" صحیح البخاری قبل ح ۵۵۵۳ تعلیقاً)

تنبیہ: "مدینہ میں" والے الفاظ صحیح بخاری میں ہیں۔

۱۱) میت کی طرف سے قربانی کا ذکر جس حدیث میں آیا ہے وہ شریک القاضی اور حکم بن عتیبہ دو مدلسین کی تدلیس (عن سے روایت کرنے) اور ابوالحسناء مجہول کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے سنن ابی داود (۲۷۹۰ بتحقیقی) سنن الترمذی (۱۴۹۵) اور اضواء المصابیح (۱۴۶۲)

تاہم صدقے کے طور پر میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے لہٰذا اس قربانی کا سارا گوشت اور کھال وغیرہ مسکین یا مساکین کو صدقے میں دینا ضروری ہے۔

تنبیہ: عام قربانی (جو صدقہ نہ ہو) کی کھال خود استعمال میں لائیں یا کسی دوست کو تحفہ دے دیں، یا کسی مسکین کو صدقہ کر دیں لیکن یاد رہے کہ زکوٰۃ کی آٹھ اقسام میں قربانی کی کھالیں تقسیم کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

۱۲) سیدنا ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ایک بکری کی قربانی کیا کرتے تھے، آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے (ایک بکری قربان کرتا تھا) پھر بعد میں لوگوں نے ایک دوسرے پر فخر (اور ریس) کرنا شروع کر دیا۔

(موطأ امام مالک ج ۲ ص ۴۸۶ ح ۱۰۶۹، وسندہ صحیح، النسخۃ الباکستانیہ ص ۴۹۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۶۸/۹، سنن الترمذی: ۱۵۰۵، وقال: "حسن صحیح" سنن ابن ماجہ: ۳۱۴۷ وصححہ النووی فی المجموع شرح المہذب ۳۸۴/۸)

سنن ابن ماجہ وغیرہ میں اس بات کی صراحت ہے کہ سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ اور صحابہ کا یہ

عمل رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہوتا تھا۔ (وسندہ حسن)

معلوم ہوا کہ اگر گھر کا سربراہ یا کوئی آدمی ایک قربانی کر دے تو وہ سارے گھر والوں کی طرف سے کافی ہے۔

۱۳) عیدگاہ میں قربانی کرنا جائز ہے اور عیدگاہ کے باہر اپنے گھر وغیرہ میں قربانی کرنا بھی جائز ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۵۵۵۲، ۵۵۵۱)

۱٤) قربانی کا جانور خود ذبح کرنا سنت ہے اور دوسرے سے ذبح کروانا بھی جائز ہے۔ دیکھئے الموطأ (روایۃ ابن القاسم: ۱۴۵، بتحقیقی وسندہ صحیح، السنن الصغریٰ للنسائی ۲۳۱/۷ ح ۴۴۲۴، مسند احمد ۳۸۸/۳)

۱۵) رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائیں ذبح کی تھیں۔

(صحیح بخاری: ۵۵۵۹، صحیح مسلم: ۱۲۱۱)

تنبیہ: جن روایات میں آیا ہے کہ گائے کے گوشت میں بیماری ہے، اُن میں سے ایک بھی صحیح ثابت نہیں ہے۔

۱٦) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بنو تغلب والے عیسائیوں کے ذبیحے نہ کھاؤ کیونکہ وہ اپنے دین میں سے سوائے شراب نوشی کے کسی پر بھی قائم نہیں ہیں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۸۴/۹ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ مرتدین اور ملحدین کا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔

۱۷) قربانی کا گوشت خود کھانا ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے۔ نیز دیکھئے فقرہ نمبر ۱۹

۱۸) ایک دفعہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں قربانی کی اور سر منڈوایا، آپ فرماتے تھے: جو شخص حج نہ کرے اور قربانی کرے تو اُس پر سر منڈوانا واجب نہیں ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۸۸/۹ وسندہ صحیح، الموطأ ۴۸۳/۲ ح ۱۰۶۲)

۱۹) قربانی کا گوشت خود کھانا، دوستوں رشتہ داروں کو کھلانا اور غریبوں کو تحفتاً دینا تینوں طرح جائز ہے۔ مثلاً دیکھئے سورۃ الحج (آیت نمبر ۲۸، ۳۶، اور فتاویٰ ابن تیمیہ ۳۰۹/۲۶ وغیرہ)

****

۲۰) سیدنا عبداللہ بن عمر فرماتے تھے: جو شخص قربانی کے جانور (بیت اللہ کی طرف) روانہ کرے پھر وہ گم ہو جائیں، اگر نذر تھی تو اسے دوبارہ بھیجنے پڑیں گے اور اگر نفلی قربانی تھی تو اس کی مرضی ہے دوبارہ قربانی کرے یا نہ کرے۔ (السنن الکبریٰ ۲۸۹/۹ وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۵۲ ص ۱۲، ۱۳

۲۱) سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے قربانی کے جانوروں میں ایک کانی اونٹنی دیکھی تو فرمایا: اگر یہ خریدنے کے بعد کانی ہوئی ہے تو اس کی قربانی کرلو اور اگر خریدنے سے پہلے یہ کانی تھی تو اسے بدل کر دوسری اونٹنی کی قربانی کرو۔ (السنن الکبریٰ ۲۸۹/۹ وسندہ صحیح)

۲۲) قربانی کے جانور کو ذبح کرتے وقت اس کا چہرہ قبلہ رخ ہونا چاہئے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اس ذبیحے کا گوشت کھانا مکروہ سمجھتے تھے جسے قبلہ رخ کئے بغیر ذبح کیا جاتا تھا۔

(مصنف عبدالرزاق ۴۸۹/۴ ح ۸۵۸۵ وسندہ صحیح)

۲۳) منکرینِ حدیث قربانی کی سنیت کے منکر ہیں حالانکہ متواتر احادیث و آثار سے قربانی کا سنت ہونا ثابت ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ ہر جاندار میں ثواب ہے۔

دیکھئے صحیح بخاری (۲۳۶۳) و صحیح مسلم (۲۲۴۴)

۲۴) عید کی نماز میں دیر نہیں کرنی چاہئے بلکہ اسے جلدی پڑھنا سنت ہے۔

ایک دفعہ ایک امام نے عید کی نماز میں دیر کی تو عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا اور فرمایا: ہم تو اس وقت (جب چاشت کی نماز پڑھی جاتی ہے) اس نماز سے فارغ ہو جاتے تھے۔ (سنن ابی داود: ۱۱۳۵، وسندہ صحیح، وصححہ الحاکم علیٰ شرط البخاری ۲۹۵/۱ ووافقہ الذہبی) نیز دیکھئے فقرہ نمبر ۹

۲۵) اگر قربانی کا ارادہ رکھنے والا کوئی شخص ناخن یا بال کٹوا دے اور پھر قربانی کرے تو اس کی قربانی ہو جائے گی لیکن وہ گناہگار ہوگا۔ (الشرح الممتع علیٰ زاد المستقنع لابن عثیمین ۴۳۰/۳)

۲۶) قربانی ذبح کرنے والا اور شرکت کرنے والے حصہ دار سب صحیح العقیدہ ہونے چاہئیں۔

۲۷) اگر کسی کی طرف سے قربانی کی جائے تو ذبح کے وقت اس کا نام لیتے ہوئے یہ کہنا

چاہئے کہ یہ قربانی اس (فلاں) کی طرف سے ہے۔

۲۸) قولِ راجح میں قربانی کے تین دن ہیں۔ دیکھئے الحدیث:۴۴ص ۶ تا ۱۱

آخر میں قربانی کے بارے میں امام ابن المنذر النیسابوری کی مشہور کتاب الاجماع سے اجماعی مسائل پیشِ خدمت ہیں:

"۲۱۷- اجماع ہے کہ قربانی کے دن طلوع فجر (صبح صادق) سے پہلے قربانی جائز نہیں۔

۲۱۸- اجماع ہے کہ قربانی کا گوشت مسلمان فقیروں کو کھلانا مباح ہے۔

۲۱۹- اجماع ہے کہ اگر جائز آلہ سے قربانی کرے، بسم اللہ پڑھے، حلق اور دونوں رگیں کاٹ دے اور خون بہادے، تو ایسے قربان شدہ جانور کا کھانا مباح ہے۔

۲۲۰- اجماع ہے کہ گونگے کا ذبیحہ جائز ہے۔

۲۲۱- اجماع ہے کہ ذبیحہ کے پیٹ سے بچہ مردہ برآمد ہو تو اسکی ماں کی قربانی اس کے لئے کافی ہوگی۔

۲۲۲- اجماع ہے کہ عورتوں اور بچوں کا ذبیحہ مباح ہے اگر صحیح طریقہ سے ذبح کرسکیں۔

۲۲۳- اجماع ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ ہمارے لئے حلال ہے اگر بسم اللہ پڑھکر ذبح کریں۔

۲۲۴- اجماع ہے کہ دارالحرب میں مقیم (اہل کتاب) کا ذبیحہ حلال ہے۔

۲۲۵- اجماع ہے کہ مجوس کا ذبیحہ حرام ہے، کھایا نہیں جائے گا۔

۲۲۶- اجماع ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں اور بچوں کا ذبیحہ حلال ہے (بسم اللہ کی شرط کے ساتھ)

۲۲۷- اجماع ہے کہ کتے شکاری جانور ہیں، اگر کسی مسلمان نے انھیں شکار کرنا سکھایا، اور بسم اللہ کے بعد شکار پر چھوڑا، اور اس نے اس شخص کے لئے شکار پکڑ لیا تو ایسا شکار کھانا جائز ہے، بشرطیکہ کالا کتا نہ ہو۔

۲۲۸- اجماع ہے کہ دریائی شکار، یا اس کی خرید وفروخت، یا خورد ونوش حالتِ احرام وغیرہ میں بھی جائز ہے۔" (کتاب الاجماع ص ۵۲، ۵۳، مترجم ابوالقاسم عبدالعظیم)

****

میت کی طرف سے قربانی

سوال کیا فوت شدگان کی طرف سے قربانی جائز ہے؟ (ایک سائل)

الجواب سنن ابی داود (کتاب الضحایا باب الاضحیۃ عن المیت ح ۲۷۹۰) اور جامع ترمذی (ابواب الاضاحی باب ماجاء فی الاضحیۃ عن المیت ح ۱۴۹۵) میں شریک بن عبداللہ القاضی عن ابی الحسناء عن الحکم عن حنش کی سند سے مروی ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کروں، اس لئے میں آپ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ [انتھی]

اس کی سند ضعیف ہے۔ شریک القاضی مدلس تھے اور یہ روایت عن سے ہے۔

ابوالحسناء مجہول راوی ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۸۰۵۳، اور آثار السنن ص ۳۹۹ تحت ح ۷۸۴)

حاکم اور ذہبی دونوں کو وہم ہوا ہے۔ انھوں نے اسے الحسن بن الحکم سمجھ کر حدیث کو صحیح کہہ دیا ہے جبکہ ابن الحکم دوسرے راوی تھے اور ابوالحسناء مذکور دوسرا راوی ہے۔

حکم بن عتیبہ بھی مدلس تھے اور (بشرط صحت) عن سے روایت کررہے ہیں۔ امام ترمذی نے اس روایت کو ''غریب'' لکھا ہے۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ حدیثِ مذکور ضعیف ہے تو معلوم ہوا کہ فوت شدگان کی طرف سے قربانی کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اب اگر کوئی شخص ضرور بالضرور قربانی کرنا ہی چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے صدقہ قرار دے کر سارا گوشت مساکین وفقراء میں تقسیم کردے کیونکہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے جس کے بے شمار دلائل ہیں۔ واللہ اعلم

[شہادت، مارچ ۲۰۰۱ء]

پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے

سوال پہلے دن قربانی کرنا زیادہ ثواب اور افضل ہے یا تینوں دن ثواب ایک جیسا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ (ظفر اقبال، شکر گڑھ)

الجواب رسول اللہ ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن فرمایا: آج ہم پہلے نماز پڑھیں گے، پھر قربانیاں کریں گے۔

(صحیح بخاری کتاب العیدین باب سنۃ العیدین لاھل الاسلام ح ۹۵۱، صحیح مسلم الاضاحی باب ۱ ح ۱۹۶۱)

اس حدیث سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اول دن قربانی کی ہے لہٰذا افضل اور بہتر یہی ہے کہ عید الاضحیٰ والے تین دنوں میں سے پہلے دن، یعنی دسویں تاریخ کو قربانی کی جائے اور باقی دو دنوں میں قربانی کرنا جائز و باعثِ اجر ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قربانی کے دن کے بعد دو دن قربانی ہے اور افضل قربانی نحر والے (پہلے) دن ہے۔ (احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۵ ح ۱۵۷۱، وسندہ حسن)

[شہادت، اگست ۲۰۰۰ء]

قربانی کے تین دن ہیں

سوال محترم حافظ صاحب میری، اللہ سے دُعا ہے کہ اللہ آپکو صحت و عافیت کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے اور اللہ آپکے رسالے ''الحدیث'' کو دن دُگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ محترم الشیخ ''الحدیث'' کا ہر شمارہ علم و تحقیق کا شاہکار اور تحقیقی مضامین کا گہوارہ ہوتا ہے۔ محترم الشیخ آپ نے رسالے کی قیمت سالانہ ۲۰۰ روپے رکھی ہے اگر یہ ایک رسالہ مجھے ۲۰۰ روپے کا بھی ملے تو میں یہ رسالہ لینے کے لئے تیار ہوں۔ اللہ آپکی اس محنت کو قبول فرمائے (آمین) مگر افسوس! اتنا تحقیقی رسالہ ہمارے اہلِ حدیث بھائیوں تک نہیں پہنچتا اور وہ قرآن و حدیث پر مبنی اس رسالے سے ناواقف ہیں۔ اہلِ حدیث بھائیوں کے علاوہ

****

پاکستان کے تمام اہلِ حدیث علماء کے پاس بھی یہ رسالہ نہیں پہنچ رہا صرف چند ایک علماء کے پاس یہ رسالہ پہنچتا ہے۔ میری آپ سے اور تمام اہلِ حدیث بھائیوں سے گزارش ہے کہ اس رسالے کو اکثر اہلِ حدیث علماء تک پہنچائیں اور اہلِ حدیث طلباء جو مدارس میں پڑھ رہے ہیں وہاں بھی یہ رسالہ پہنچنا چاہئے تاکہ نوجوان نسل میں علم وتحقیق کی لہر دوڑے اور وہ اس رسالے کو پڑھ کر تحقیق کی طرف آئیں اور وہ اسماء الرجال کا علم حاصل کریں اور وہ مسلک اہلِ حدیث کی خوب خدمت کرسکیں۔

محترم الشیخ صاحب! میرے اس خط اور میرے مندرجہ ذیل سوال کو ماہنامہ ''الحدیث'' میں شائع کریں۔ اس ضروری تمہید کے بعد آپ سے سوال یہ ہے کہ کیا چوتھے دن قربانی کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟ میں نے بعض علماء سے سنا ہے کہ چوتھے دن قربانی کرنے والی جو احادیث ہیں وہ ضعیف ہیں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ قربانی تین دن ہے۔

اس سلسلے میں ہفت روزہ اہلِ حدیث میں فضیلۃ الشیخ عبدالستار حماد حفظہ اللہ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ قربانی چار دن ہے ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

فضیلۃ الشیخ نے لکھا ہے کہ'' قربانی، عید کے بعد تین دن تک کیجا سکتی ہے۔ عید دسویں (۱۰) ذوالحجہ کو ہوتی ہے، اس کے بعد تین دنوں کو ایامِ تشریق کہتے ہیں۔ ایامِ تشریق کو ذبح کے دن قرار دیا گیا ہے چنانچہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمام ایامِ تشریق ذبح کے دن ہیں (مسند امام احمد ص ۸۲ ج ۴) اگرچہ اس روایت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ منقطع ہے لیکن امام ابن حبان اور امام بیہقی نے اسے موصول بیان کیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر: ۴۵۳۷)

بعض فقہاء نے عید کے بعد صرف دو دن تک قربانی کی اجازت دی ہے ان کی دلیل درج ذیل امر ہے:

قربانی یوم الاضحیٰ کے بعد دو دن تک ہے (بیہقی ص ۲۹۷ ج ۹) لیکن یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

****

یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا لہٰذا قابل حجت نہیں۔ علامہ شوکانی نے اس کے متعلق پانچ مذاہب ذکر کئے ہیں پھر اپنا فیصلہ بایں الفاظ لکھا ہے: ''تمام ایامِ تشریق ذبح کے دن ہیں اور وہ یوم النحر کے بعد تین دن ہیں۔'' (نیل الاوطار ص ۱۲۵ ج ۵)

واضح رہے پہلے دن قربانی کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر عمل پیرا رہے ہیں لہٰذا بلا وجہ قربانی دیر سے نہ کی جائے اگرچہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ غرباء مساکین کو فائدہ پہنچانے کیلئے تاخیر کرنا افضل ہے لیکن یہ محض ایک خیال ہے جس کی کوئی منقول دلیل نہیں ہے۔ نیز اگر کسی نے تیرہ (۱۳) ذوالحجہ کو قربانی کرنا ہو تو غروب آفتاب سے پہلے پہلے قربانی کر دے کیونکہ غروب آفتاب کے بعد اگلا دن شروع ہو جاتا ہے۔

(ہفت روزہ اہلِ حدیث جلد ۳۸۔ ۷ تا ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ ۲۷ اپریل تا ۳ مئی ۲۰۰۷ء)

یہ وہ دلائل ہیں جن کو حافظ عبدالستار حماد حفظہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

محترم الشیخ صاحب مندرجہ بالا دلائل اور ان کے علاوہ چوتھے دن قربانی کے جتنے دلائل ہیں ان کو بیان کریں اور ان کی اسنادی حیثیت کو واضح کریں اور اس مسئلۂ قربانی کے بارے میں صحیح ترین تحقیق بیان فرمائیں، اللہ آپکو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

اس سوال کو الحدیث میں شائع کریں اور اس کا جواب تحریر فرما کر جوابی لفافے میں بھی ارسال فرمائیں۔ (خرم ارشاد محمدی۔ دولت نگر، گجرات ۲۹/ اپریل ۲۰۰۷ء)

الجواب مسند احمد (۸۲/۴ ح ۱۶۷۵۲) والی روایت واقعی منقطع ہے۔

سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ امام بیہقی نے اس روایت کے بارے میں فرمایا: ''مرسل ''یعنی منقطع ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۳۹، ج ۹ ص ۲۹۵)

امام ترمذی کی طرف منسوب کتاب العلل میں امام بخاری سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''سليمان لم يدرك أحدًا من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم ''سلیمان (بن موسیٰ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو بھی نہیں پایا۔ (العلل الکبیر ۳۱۳/۱)

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کسی صحیح دلیل سے یہ ثابت نہیں ہے کہ سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر رضی اللہ عنہ کو پایا ہے۔ آنے والی روایت (نمبر۲) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نہیں سنی۔

نیز دیکھئے نصب الرایہ (۶۱/۳)

روایت نمبر۲: صحیح ابن حبان (الاحسان: ۳۸۴۳، دوسرا نسخہ: ۳۸۵۴) والکامل لابن عدی (۱۱۱۸/۳، دوسرا نسخہ ۲۶۰/۴) والسنن الکبریٰ للبیہقی (۲۹۵/۹، ۲۹۶) اور مسند البزار (کشف الاستار ۲۷/۲ ح ۱۱۲۶) وغیرہ میں "**سليمان بن موسى عن عبدالرحمن بن أبي حسين عن جبير بن مطعم**" کی سند سے مروی ہے کہ ((**وفي كلّ أيام التشريق ذبح .**)) اور سارے ایامِ تشریق میں ذبح ہے۔ یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

① حافظ البزار نے کہا: "**وابن أبي حسين لم يلق جبير بن مطعم**"
اور (عبدالرحمٰن) ابن ابی حسین کی جبیر بن مطعم سے ملاقات نہیں ہوئی۔

(البحر الزخار ۳۶۴/۸ ح ۳۴۴۴، نیز دیکھئے نصب الرایہ ج ۳ ص ۶۱ والتمہید نسخہ جدیدہ ۲۸۳/۱۰)

② عبدالرحمٰن بن ابی حسین کی توثیق ابن حبان (الثقات ۱۰۹/۵) کے علاوہ کسی اور سے ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ راوی مجہول الحال ہے۔

روایت نمبر۳: طبرانی (المعجم الکبیر ۱۳۸/۲ ح ۱۵۸۳) بزار (البحر الزخار ۳۶۳/۸ ح ۳۴۴۳) بیہقی (السنن الکبریٰ ۲۳۹/۵، ۲۹۲/۹) اور دارقطنی (السنن ۲۸۴/۴ ح ۴۷۱۱) وغیرہم نے "**سويد بن عبدالعزيز عن سعيد بن عبدالعزيز التنوخي عن سليمان بن موسى عن نافع بن جبير بن مطعم عن أبيه**" کی سند سے مرفوعاً نقل کیا کہ ((**أيام التشريق كلها ذبح**)) تمام ایامِ تشریق میں ذبح ہے۔

اس روایت کا بنیادی راوی سوید بن عبدالعزیز ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۶۹۲)

حافظ ہیثمی نے کہا: "**وضعفه جمهور الأئمة**"

اور اسے جمہور اماموں نے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۱۴/۳)

****

روایت نمبر۴: ایک روایت میں آیا ہے کہ ((عن سلیمان بن موسی أن عمرو بن دینار حدثه عن جبیر بن مطعم أن رسول اللّٰه ﷺ قال: کل أیام التشریق ذبح)) (سنن الدارقطنی ۴/۲۸۴ ح ۴۷۱۳، والسنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۶)

یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے:

① اس کا راوی احمد بن عیسیٰ الخشاب سخت مجروح ہے۔
دیکھئے لسان المیزان (ج۱ ص۲۴۰، ۲۴۱)

② عمرو بن دینار کی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔
دیکھئے الموسوعۃ الحدیثیۃ (ج۲۷ ص۳۱۷)

تنبیہ: ایک روایت میں "الولید بن مسلم عن حفص بن غیلان عن سلیمان بن موسی عن محمد بن المنکدر عن جبیر بن مطعم" کی سند سے آیا ہے کہ "عرفات موقف وادفعوا من عرفة والمزدلفة موقف و ادفعوا عن محسر"

(مسند الشامیین ۲/۳۸۹ ح ۱۵۵۶، ونصب الرایہ ۳/۶۱ مختصراً)

اس روایت کی سند ولید بن مسلم کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس میں ایامِ تشریق میں ذبح کا بھی ذکر نہیں ہے۔

خلاصۃ التحقیق: ایامِ تشریق میں ذبح والی روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے لہٰذا اسے صحیح یا حسن قرار دینا غلط ہے۔

آثارِ صحابہ: روایتِ مسئولہ کے ضعیف ہونے کے بعد آثارِ صحابہ کی تحقیق درج ذیل ہے:

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "الأضحی یومان بعد یوم الأضحی" قربانی والے دن کے بعد (مزید) دو دن قربانی (ہوتی) ہے۔

(موطأ امام مالک ج۲ ص۴۸۷ ح ۱۰۷۱ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۷)

② سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "النحر یومان بعد یوم النحر و أفضلها یوم النحر" قربانی کے دن کے بعد دو دن قربانی ہے اور افضل قربانی نحر والے

(پہلے) دن ہے۔ (احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۵ ح ۱۵۷۱، وسندہ حسن)

③ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''الأضحی یومان بعده'' قربانی والے (اول) دن کے بعد دو دن قربانی ہوتی ہے۔ (احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۶ ح ۱۵۷۶، وھو صحیح)

④ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''النحر ثلاثة أيام'' قربانی کے تین دن ہیں۔

(احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۵ ح ۵۶۹، وھو حسن)

تنبیہ: احکام القرآن میں ''حماد بن سلمة بن كهيل عن حجته عن علي'' ہے جبکہ صحیح ''حماد عن سلمة بن كهيل عن حجية عن علي'' ہے جیسا کہ کتب اسماء الرجال سے ظاہر ہے اور حماد سے مراد حماد بن سلمہ ہے۔ والحمد للہ

ان کے مقابلے میں چند آثار درج ذیل ہیں:

① حسن بصری نے کہا: عیدالاضحیٰ کے دن کے بعد تین دن قربانی ہے۔

(احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۶ ح ۱۵۷۷ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۷ وسندہ صحیح)

② عطاء (بن ابی رباح) نے کہا: ایامِ تشریق کے آخر تک (قربانی ہے)

(احکام القرآن ۲/۲۰۶ ح ۱۵۷۸ وسندہ حسن، السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۶ وسندہ حسن)

③ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: ''الأضحى يوم النحر و ثلاثة أيام بعده''

قربانی عید کے دن اور اس کے بعد تین دن ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۷ وسندہ حسن)

امام شافعی اور عام اہل حدیث علماء کا یہی فتویٰ ہے کہ قربانی کے چار دن ہیں۔ بعض علماء اس سلسلے میں سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں لیکن یہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ سابقہ صفحات پر تفصیلاً ثابت کر دیا گیا ہے۔

④ سیدنا ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمان اپنی قربانیاں خریدتے پھر انھیں (کھلا کھلا کر) موٹا کرتے پھر عیدالاضحیٰ کے بعد آخری ذوالحجہ (تک) کو ذبح کرتے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۷، ۲۹۸ وسندہ صحیح) !!

ان سب آثار میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وغیرہ کا قول راجح ہے کہ قربانی تین دن ہے:

یعنی عیدالاضحیٰ اوراس کے بعد والے دودن۔

ابن حزم نے ابن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے کہ" نا زيد بن الحباب عن معاوية بن صالح :حدثني أبو مريم :سمعت أبا هريرة يقول :الأضحى ثلاثة أيام "
یعنی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قربانی تین دن ہے۔ (المحلی ج ۷ص ۳۷۷ مسئلہ:۹۸۲)
اس روایت کی سند حسن ہے لیکن مصنف ابن ابی شیبہ (مطبوع) میں یہ روایت نہیں ملی۔ واللہ اعلم
فائدہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا، بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ یہ ممانعت اس کی دلیل ہے کہ قربانی تین دن ہے والا قول ہی راجح ہے۔ اس ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحتاً اس باب میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے اور آثار میں اختلاف ہے لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ کرام کا یہی قول ہے کہ قربانی کے تین دن (عیدالاضحیٰ اور دودن بعد) ہیں، ہماری تحقیق میں یہی راجح ہے اور امام مالک وغیرہ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم (۲/مئی ۲۰۰۷ء)

[الحدیث:۳۴]

بھینس کی قربانی کا حکم

سوال کیا بھینس کی قربانی جائز ہے؟ (ایک سائل)

الجواب اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری کی قربانی کتاب وسنت سے ثابت ہے اور یہ بات بالکل صحیح ہے کہ بھینس گائے کی ایک قسم ہے، اس پر ائمہ اسلام کا اجماع ہے۔
امام ابن المنذر ر (متوفی ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں:

"وأجمعوا على أن حكم الجواميس حكم البقر"

اوراس بات پر اجماع ہے کہ بھینسوں کا وہی حکم ہے جو گائیوں کا ہے۔

(الاجماع، کتاب الزکاۃ ص ۴۳ حوالہ:۹۱)

ابن قدامہ (متوفی ۶۲۰ھ) لکھتے ہیں: ''**لا خلاف في هذا نعلمه**'' اس مسئلہ میں، ہمارے علم کے مطابق کوئی اختلاف نہیں۔ (المغنی ج۲ص۲۴۰ مسئلہ:۱۷۱۱)

زکوٰۃ کے سلسلے میں، اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ بھینس گائے کی جنس میں سے ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بھینس گائے ہی کی ایک قسم ہے، تاہم چونکہ رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین سے صراحتاً بھینس کی قربانی کا کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ بھینس کی قربانی نہ کی جائے بلکہ صرف اونٹ، گائے، بیل، بھیڑ اور بکری کی ہی قربانی کی جائے اور اسی میں احتیاط ہے۔ واللہ اعلم [شہادت، مارچ ۲۰۰۱ء]

میت کی طرف سے قربانی کا حکم

سوال کیا قربانی والدین یا فوت شدگان بزرگوں کی طرف سے کی جا سکتی ہے جیسے مشہور ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک قربانی اپنی طرف سے اور ایک اپنی اُمت کی طرف سے کرتے تھے؟ (ظفر عالم، لاہور)

الجواب اس سلسلے میں راقم الحروف کی تحقیق ماہنامہ شہادت میں چھپ چکی ہے۔ مختصراً عرض ہے کہ میت کی طرف سے قربانی کے جواز والی حدیث ضعیف ہے تاہم صدقہ کے عمومی دلائل کی رو سے میت کی طرف سے قربانی جائز ہے۔ ایسی قربانی کا سارا گوشت صدقہ کر دیا جائے گا۔ شیخ الاسلام عبداللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''**أحب إلي أن يتصدق عنه ولا يضحى عنه وإن ضحى فلا يأكل منها شيئاً ويتصدق بها كلها**'' میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کیا جائے اور قربانی نہ کی جائے تاہم اگر کوئی قربانی کرے تو اس میں سے کچھ بھی نہ کھائے بلکہ سارے حصے اور گوشت کو صدقہ کر دے۔''

(سنن ترمذی ابواب الاضاحی باب ماجاء فی الاضحیۃ عن المیت ح ۱۴۹۵) [شہادت، اگست ۲۰۰۱ء]

سوال میت کی طرف سے قربانی کرنا شرعاً کیسا ہے؟ (تنویر سلفی، ضلع ایبٹ آباد)

****

الجواب میت کی طرف سے قربانی کے جواز والی روایت ابو الحسناء راوی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے جیسا کہ راقم الحروف کی تحقیق ماہنامہ شہادت میں شائع ہو چکی ہے، تاہم صدقہ کے جواز کے عمومی دلائل کی رو سے میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے۔ یہ قربانی صدقہ ہوگی لہٰذا اس کا سارا گوشت غریبوں میں تقسیم کر دینا چاہئے۔

شیخ الاسلام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "**أحب إلي أن يتصدق عنه ولا يضحى عنه، وإن ضحى فلا يأكل منها شيئاً ويتصدق بها كلها**"

میرے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ میت کی طرف سے (مطلقاً) صدقہ کیا جائے اور قربانی نہ کی جائے اور اگر کوئی قربانی کر دے تو اس میں سے کچھ بھی نہ کھائے (بلکہ) سارے گوشت کو صدقہ کر دے۔

(سنن الترمذی ابواب الاضاحی باب ما جاء فی الاضحیۃ عن المیت ح۱۴۹۵)

[شہادت، اکتوبر ۲۰۰۱ء]

قربانی میں حصے داران کے لئے عقیدے کی شرط

سوال کیا گائے یا اونٹ کی قربانی میں حصہ دار سب کے سب عقیدہ کی بنیاد پر اہلِ توحید ہونے ضروری ہیں یا دوسرے فرقوں (بریلوی، دیوبندی) کے ساتھ مل کر قربانی کی جا سکتی ہے؟ (ظفر عالم، لاہور)

الجواب اگر ذبح کرنے والا، صحیح العقیدہ مسلم ہے تو گائے کے سات حصوں میں سے جس حصے کا مالک صحیح العقیدہ ہے تو وہ حصہ صحیح اور مقبول ہے اور اگر ان حصہ داروں میں سے کوئی بدعقیدہ مثلاً دیوبندی یا بریلوی بھی شریک ہو گیا ہے تو باقی حصہ داروں کی قربانی تو ہو جائے گی تاہم افضل یہی ہے کہ تمام حصے داران صحیح العقیدہ مسلمانوں میں سے ہی تلاش کئے جائیں۔ آیت: ﴿ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴾ کے عموم کا یہی مفہوم ہے کہ صحیح العقیدہ کی قربانی مقبول اور بدعقیدہ کی مردود ہے۔

****

فقہ حنفی کا ایک جزئیہ ہے کہ اگر سات حصے داروں میں سے ایک بھی نصرانی یا ایسا شخص ہو جس کا مقصد صرف گوشت خوری ہو، شریک ہو جائے تو تمام حصے داروں کی قربانی نہیں ہوتی۔ دیکھئے الہدایہ (ج۲ص۴۴۹)

جب کہ شوافع اس جزئیہ کے خلاف ہیں۔ دیکھئے الفقہ الاسلامی وادلتہ (ج۳ص۶۰۵)

حنفیہ کا یہ موقف بلادلیل ہے۔ [شہادت، اگست ۲۰۰۱ء]